بسم اللہ الرحمان الرحیم

اے افراد جماعت احمدیہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

درج ذیل مضمون بعنوان ''غلام مسیح الزماں؟'' خاکسار کی طرف مکرم ومحترم محمد ہارون خان صاحب نے بھیجا ہے۔ انکی بھی یقیناً یہ خواہش ہوگی کہ اگر ان کے مضمون پر علمی تبصرہ ممکن ہو تو خاکسار ضرور کرے۔ خاکسار یہ مضمون احباب جماعت کے آگے پیش کررہا ہے تاکہ احباب جماعت میرے علمی تبصرہ سے پہلے اس مضمون میں اٹھائے گئے سوالات وغیرہ کو اچھی طرح پڑھ لیں۔ انشاءاللہ تعالی بعد ازاں خاکسار محترم خان صاحب کے مضمون پر علمی تبصرہ بعنوان ''زندہ درگور لوگوں کے رویے'' پیش کرے گا۔ امید ہے قارئین کرام تقابلی جائزے سے حقیقت کو پالیں گے۔ آمین

والسلام

خاکسار عبدالغفار جنبہ

۵ اگست ۲۰۰۶ء

غلام مسیح الزماں؟

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو ایک پیشگوئی سے یوں نوازا:۔

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے اے مظفر! تجھ پر سلام۔خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (

(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ و کان امراً مقضیاً''

لاریب اس پیشگوئی میں ایک مصلح کی آمد کی خوشخبری دی گئی ہے لیکن یہ آسمانی کلام اپنے دامن میں شدید انذار کا رنگ بھی لئے ہوئے ہے۔ جہاں اس میں مسیح موعودؑ کو ایک مسیحی نفس وجود کی آمد کی خوشخبری سے نوازا گیا ہے وہاں الفاظ کے سینوں میں مستور بالواسطہ انداز میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اے موسیٰ! تیری جماعت کے لوگ اسیر بن جائیں گے۔ اس کلام میں یہ سحر بھی پوشیدہ ہے کہ اس کی مدد سے مصلح موعود ہونے کے دعویدار کو بآسانی پرکھا جاسکتا ہے کہ اس کا دعویٰ درست ہے یا وہ غلطی پر ہے۔

جماعت احمدیہ مسیح موعودؑ کے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود احمد کو اس پیشگوئی کا مصداق سمجھتی ہے اب جماعت کا کوئی اور فرد اگر خود کو مصلح موعود یا موعود بیٹا (غلام مسیح الزماں) کہے تو اس پر ہنسی اڑاتے ہوئے اسے دیوانہ اور فاتر العقل جیسے القابات دئے جاتے ہیں۔ ایسا رویّہ اختیار کرنا نہ صرف حکم الٰہی لا تنابزوا بالالقاب کو نظرانداز کرنا ہے بلکہ اس روشن حقیقت کی بھی نفی ہے کہ جب وہ شخص زندگی کے تمام امور نارمل انسانوں کی طرح سرانجام دے رہا ہے۔ اور کتے کو بلی اور بھینس کو ہاتھی نہیں کہتا۔ اور کسی بندر کو عینک پہنا کر اپنا طبی معائنہ نہیں کروا رہا۔ تو اسے کیسے پاگل کہا جاسکتا ہے؟۔ لیکن اگر وہ ابنارمل حرکات کر رہا ہو تو خدمت انسان کے ناطے آپ کسی حکیم۔ ڈاکٹر یا ہومیو پیتھ سے اس کا علاج کرائیں۔ لیکن اگر اس میں ذہنی بیماری کی کوئی علامت نظر نہ آئے تو عالمگیر جماعت کے شہرہ آفاق علماء میں سے دو تین افراد کی ڈیوٹی لگائی جائے جو دلائل سے اس

کے اندر سے غلام مسیح الزماں ہونے کا خبط نکالیں۔

مذہب اور سائنس کی تاریخ شاہد ہے کہ نئے نظریہ کا پرچار کرنے والے کی تضحیک کرنے اور کفر کے فتوے لگانے والے اس کے اپنے ہی ہوتے ہیں۔ غیروں کو ان سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں بدھ مت اور جین مت کے پیروکاروں میں سے کسی نے مسیح موعودؑ کو دیوانہ یا فاتر العقل نہ کہا۔ ہرقل نے ابوسفیان سے محمد (ﷺ) کا سن کر نہ تو ہنسی اڑائی تھی اور نہ ہی اسے دیوانہ کہا تھا۔ جماعت کے قدیمی ساتھی مشہور مفسر قرآن مولوی محمد علی مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کے قائل نہ تھے۔ جبکہ ان کے مرشد کی رائے ان سے مختلف تھی۔ مسیح موعودؑ نے انہیں دیوانہ نہیں کہا اگر کہا تو صرف یہ کہا کہ جو لوگ مسیح کی بن باپ پیدائش کو نہیں مانتے وہ غلطی پر ہیں۔

اگر آسمانی کلام سے متعلق کسی فرد جماعت کا نظریہ جماعت کے بنیادی عقائد سے متصادم نہ ہو تو اس کا حقہ پانی بند کرنا ہماری سمجھ سے باہر ہے اب تو عام ذہنی سطح کا انسان بھی جان چکا ہے کہ عقلی اختلاف امت کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے۔ افکار تازہ سے ہی نئے جہان کی نمود ہوا کرتی ہے۔ انہی سے ترقی کی نئی راہیں کھلتی ہیں اگر سوچ پر پہرے بٹھا دئے جائیں تو امت کی زندگی جامد ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی احمدی احترام سے مسیح موعودؑ کا نام لے کر خود کو اس پیشگوئی کا مصداق کہتا ہے تو ہمیں اس کے دلائل کو سن کر اسے قائل کرنا پڑے گا۔ یا قائل ہونا ہوگا۔

جرمنی میں رہائش پذیر ایک احمدی نے خود کو مسیح موعود کا وہ بیٹا (غلام) قرار دیا ہے جس کا اس پیشگوئی میں ذکر ہے۔ انہوں نے اپنے ایک خواب کی تعبیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کی نسل کے ساتھ ان کا جسمانی تعلق قائم فرمائے گا۔ اس خواب کے دو ماہ بعد انہوں نے ایک کشفی نظارہ میں ایک تصویر دیکھی جس کے نیچے لکھا تھا۔ عطیۃ المجیب بنت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع۔ انہوں نے عالمگیر جماعت احمدیہ کے افراد سے دردمندانہ اپیل کی ہے کہ ان کے دلائل کو توڑیں اگر ایسا ہوا تو وہ اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو جائیں گے۔ انہیں اپنے دعویٰ کی سچائی پر اس شدت سے یقین ہے کہ انہوں نے اپنے موقف کو غلط ثابت کرنے والے کو ایک رقم بطور انعام دینے کا تحریری

اقرار کیا ہے ۔

لاکھوں کروڑوں احمدی جو دل کی گہرائیوں سے مسیح موعودؑ کو سچا نبی تسلیم کرتے ہیں وہ سب ان کے روحانی بیٹے ہیں ۔وہ سارے غلام مسیح الزماں ہیں ۔لیکن وہ احمدی جو ان کی صلب سے نہ ہو اگر پیشگوئی میں مذکور الفاظ غلاماً ذکیاً کا مصداق خود کو ٹھہرائے گا۔تو یہ اس کی غلط فہمی ہوگی۔ اسے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ مسیحی نفس کا حامل ہے کیونکہ مصلح موعود کی ایک پہچان اس کا مسیحی نفس ہونا بتائی گئی ہے۔عیسیٰ مسیحؑ میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ مال و دولت سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کل کی فکر نہ کرو کہ کل کا دن اپنی فکر خود کر لے گا۔انجیل شریف گواہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول کو مدۃ العمر نبھایا۔شاگردوں کے منہ بنانے کے باوجود انہوں نے ایک بار پانچ ہزار اور اس کے کچھ ہی ہفتوں بعد چار ہزار کو پیٹ بھر کھانا کھلایا۔مال سے بے رغبتی کی وجہ سے تھیلی خالی ہو جایا کرتی ۔بعض اوقات تھیلی بردار اس میں سے غبن بھی کر لیا کرتا لیکن اُس اللہ کے بندہ کو کچھ خبر نہ ہوتی ۔علاج کے عوض وہ کسی مریض سے مالی مطالبہ نہ کرتے تھے۔اپنی مرضی سے کوئی تھیلی میں ڈال جائے۔بس اسی پر ان کی گزران تھی۔ان پر کئی کئی وقت کے فاقے گزر جاتے لیکن انہوں نے کبھی اف نہ کی۔ایک دفعہ بھوک نے بے چین کیا تو انجیر کے درخت کی طرف گئے لیکن وہاں بھی کچھ نہ ملا۔

غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) ہونے کے دعویدار اپنے دلائل کو غلط ثابت کرنے والے کو ایک بڑی رقم بطور انعام دینے پر تیار ہیں۔سوچئے تو سہی کہ اتنی بڑی رقم پس انداز کرنے کے بعد کیا آپ مسیحی نفس رکھتے ہیں؟۔رسول کریم ﷺ کا نمونہ دیکھئے ۔کھردری چٹائی کا بستر ہے۔معمولی حجرہ میں زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔حالات بدلنے کے باوجود پیاری بیٹی کو اس کے مطالبہ کے باوجود خادمہ مہیا نہیں کرتے۔ابوبکر مسیحی نفس تھے۔جوامت کی ذمہ داریاں نبھانے کے عوض بیت المال سے چند چٹکی آٹا لیتے تھے۔عمر بن عبدالعزیز مسیحی نفس تھے جنہوں نے آسائش کی زندگی گزارنے کے باوجود امت کی رہبری کا بوجھ سنبھالتے ہی مال و دولت اور گھر کے تمام

سازوسامان کو بیت المال بھجوا دیا تھا۔ اور دور کیوں جایئے ۔رئیس قادیان کئی سال دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑوں پر گزارا کرتا رہا۔ ان کے رہائشی کمرے اور بیت الدعا جہاں ان کی سادگی اور مادہ پرستی سے بے رغبتی کا منہ بولتا ثبوت ہیں وہاں یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ وہ مسیح نفس تھے۔

غلام مسیح الزماں کی شناخت کا ایک بڑا اشارہ یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔ مصلح موعود کا دعویٰ کرنے والا اگر اس پیمانہ پر پورا نہ اترے تو ہر احمدی جان جائے گا کہ اس کے دعویٰ میں صداقت نہیں ۔قرآن حکیم نے ابراہیمؑ کو حلیم فرمایا ہے کیونکہ آپؑ بہت نرم دل تھے ابراہیمؑ خوب جانتے تھے کہ سدوم اور عمورہ کے لوگ انسانوں کے روپ میں بھیڑیے ہیں اور جنسی آلودگیوں میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ کرہ ارض پر ان کی مثال نہیں ملتی ۔اس کے باوجود آپؑ نے انہیں معاف کر دینے کے لئے خداوند سے اس طرح درخواست کی کہ وہ مجادلہ کا انداز اختیار کر گئی خداوند نے ابراہیم علیہ السلام پر واضح کر دیا تھا کہ سینکڑوں اور ہزاروں کی آبادی والے ان شہروں میں اگر بیس افراد بھی راستباز ملیں تو وہ ان شہروں کو نیست نہیں کرے گا۔اس کے باوجود آپؑ نے خداوند سے ان بدبختوں کی معافی چاہی تھی۔(پیدائش باب ۱۸)

مسیح موعودؑ کو مشکلات سے دوچار کرنے والے مرزا نظام دین نے آپ کے راستہ میں آٹھ فٹ کی دیوار کھینچ دی۔ اذیت میں اضافہ کے لئے اس نے آپ کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد کو اپنے ساتھ ملا لیا۔اس نے اسی پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ آپ کے مکان کے اردگرد دیوار کھڑی کرنا چاہتا تھا۔ اگر اس کا منصوبہ کامیاب ہو جاتا تو آنے جانے والا ہیلی کاپٹر استعمال کرنے پر مجبور ہو جاتا جو ان دنوں ہوتا ہی نہ تھا۔مسیح موعودؑ کو مقدمات سے نفرت تھی لیکن بادل نخواستہ آپ نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ مقدمہ مختلف مراحل سے گزرتا رہا۔ بالآخر کامیابی نے آپ کے قدم چومے۔آپ کے وکلاء نے آپ سے اجازت لئے بغیر مرزا نظام دین پر ہرجانے کا دعویٰ کر دیا۔عدالت سے منظوری کے بعد ہرجانہ کی وصولی کے لئے بیلف پہنچا۔مخالف کے پاس رقم نہ تھی جائداد کی قرقی پر نوبت پہنچی تو مرزا نظام دین نے معافی کے لئے بندہ بھجوایا اور حلیم الطبع مسیح

موعودؑ نے فوراً معاف کر دیا اور بیلف سے کہہ دیا کہ انہیں ہرجانہ نہیں چاہئے۔ آپ نے اپنے قول ''پا کے دکھ آرام دو'' کی تصدیق اپنے عمل سے کر دی۔ اسی لئے مسیح موعودؑ نے خود کو ابراہیم کہا تھا۔

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مسیح موعودؑ نے خود کو موسیٰ بھی کہا ہے۔ اور موسیٰؑ کے بارہ میں توریت شریف کی گواہی موجود ہے کہ موسیٰ روئے زمین کے سب آدمیوں سے زیادہ حلیم تھا۔ (گنتی 3:12) صلیب پر ٹنگے ہوئے مسیح نے اذیت دینے والے اور ٹھٹھا اڑانے والے ظالموں کو معاف کر دیا تھا۔ کسی انسان کی حلیمی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود کا عمل اس کی گواہی دے گا کہ لوگ اسے حلیم کہتے ہیں یا نہیں۔ یہاں یہ مدنظر رہے کہ اگر کوئی شخص دو چار افراد پر حاکم ہے یا اپنے چند اقارب کے ساتھ حلیمی سے پیش آتا ہے۔ اور اس کی نرم خوئی کی وجہ سے دس بیس لوگ اسے حلیم کہہ کر پکارنے لگتے ہیں تو وہ پیشگوئی میں مذکور 'غلام مسیح الزمان' کہلانے کا مصداق نہیں اس کے لئے بڑی تعداد کی گواہی کی ضرورت ہوگی۔

پیشگوئی میں مذکور تخم۔ ذریت اور نسل کے الفاظ اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہیں کہ موعود مصلح مسیح موعودؑ کی صلب سے ہوگا۔ مسیح موعودؑ کے تمام متبعین ان کے روحانی فرزند ہیں ان میں سے اللہ جسے چاہے بلند ترین مرتبہ پر فائز فرما سکتا ہے۔ حافظ حکیم نور الدین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ لیکن مصلح موعود کے لئے یہ مقدر ہو چکا ہے۔ کہ وہ مسیح موعود کی صلب سے ہی ہوگا۔ اس کا اٹل فیصلہ غلاماً ذکیاً کے الفاظ قرآنی کو پیشگوئی میں بیان فرما کر کر دیا گیا ہے۔ لوگ ان الفاظ کو محض سطحی معنوں میں لے کر مصلح موعود کا ذکی ہونا مراد لیتے ہیں اور بس۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ اردو زبان کی پیشگوئی میں قرآنی الفاظ کو استعمال کرنے میں کیا حکمت ہے؟۔ کوئی تدبر کرتا تو ان دو الفاظ کے سینوں میں اتر کر ایسے موتی چن لیتا جو یہ حقیقت اس پر روشن کر دیتے کہ یہ انعام مسیح موعودؑ کی ذریت سے ہی مخصوص ہے۔ ان کی نسل کے علاوہ ان کا اور کوئی روحانی فرزند اس

عظیم پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھیرتا۔

قرآن حکیم میں لفظ غلام کئی معنوں میں آیا ہے۔کوئی عورت لڑکے کو جنم دے تو وہ اس کا بیٹا کہلائے گا (آل عمران: 47) سورۃ یوسف:19 میں غلام کا لفظ جوانی کی حدود چھونے والے لڑکے اور بکاؤ نوکر کے معنوں میں آیا ہے۔سورۃ مریم: 19 میں ذکیا کے ساتھ مل کر صلبی بیٹے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔یعنی یوسف نجار کا بیٹا یسوع ناصری۔

سورہ مریم کا دوسرا رکوع دیکھئے۔اس کی پہلی چھ آیات میں کنواری مریم کے ہاں اس کے شوہر یوسف نجار کی آمد۔شب عروسی اور میاں بیوی کے مابین مکالمہ کا ذکر ہے۔مریم کا بیاہ یوسف سے ہو چکا تھا لیکن برادری والوں نے رخصتی میں کھنڈت ڈال دی تھی اور مرنے مارنے پر تل گئے تھے۔بیٹی کی جان خطرہ میں نظر آئی تو باپ نے اسے شرقی سمت کسی محفوظ مقام (ناصرہ) میں بھجوا دیا۔اور پھر خدا نے اسکے شوہر کو وہاں بھیجا۔لفظ روحنا کا مصداق جبرائیل یا اس جیسی کوئی اور غیر مرئی مخلوق نہیں دلیل یہ کہ فرشتوں میں روح نہیں ہوتی۔تمام مخلوق میں صرف انسان کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ روح خداوندی سے متصف ہے۔انسان اور فرشتے دو مختلف ہستیاں ہیں۔ (النباء:38 اور القدر:4) بعض لوگ غلطی سے جانوروں میں بھی روح مانتے ہیں۔وہ روح کی بجائے اسے سائیکی (Psyche) کہہ سکتے ہیں روح رکھنے کے طفیل انسان نیک و بد میں تمیز کرتا ہے۔فرشتے گناہ پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتے۔کیونکہ ان میں روح نہیں ہوتی۔

ایک اور پہلو سے غور کریں روحنا سے پہلے ارسلنا کا لفظ ہے۔قرآن حکیم نے اسے بڑی کثرت سے انسانوں کے بھجوائے جانے کے ضمن میں استعمال فرمایا ہے۔کسی آسمانی فرشتہ کے لئے ایک جگہ بھی استعمال نہیں فرمایا بلکہ فرشتوں کے لئے ر س ل کی بجائے ن ز ل کا مادہ استعمال ہوا ہے۔(الحجر:8۔النحل:2۔المومنون:24۔الانعام:111۔القدر:4) کوئی کہے کہ قوم لوط کو تباہ کرنے والے فرشتوں کے لئے ر س ل کا مادہ استعمال ہوا ہے۔تو ہم عرض

کریں کہ وہ فرشتے نہیں بلکہ مصری تو پچی تھے ۔

ہم موضوع سے انحراف نہیں کر رہے نہ ہی آپ کو تکرار کے سنگلاخ راستہ پر لے جا رہے ہیں۔ بلکہ ضرورت سے بھی کم الفاظ میں پاکیزہ جوڑے کی پہلی ملاقات کا حال بیان کرتے ہیں۔ آنے والا بیوی کو مکمل مرد کے روپ میں نظر آیا(فتمثل لھا بشرا سویا) ۔عربی میں مرد کو رجل اور مرء بھی کہتے ہیں۔لیکن یہاں بشر ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ بیوی نے نووارد کے انداز میں نر کی طلب دیکھی تھی۔قدرت نے خوب جوڑ ملایا تھا۔شوہر با کردار جوان تھا(سویاً) قرآن حکیم نے س و ی کا مادہ بے عیب کے معنوں میں بیان فرمایا ہے۔(الاعلیٰ:2)بیوی بھی نیک سیرت خاتون تھی۔اور زن وشوہر کی حیثیت سے یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔شوہر نے بیوی کے چہرہ پر خوشی۔غمی اور حیرانی کے ملے جلے جذبات دیکھے۔

''مریم! میں یہ احساس لئے آیا تھا کہ گھر سے دور اس بدنام بستی میں پناہ لے کر تم پریشان ہو گی لیکن دیکھتا ہوں کہ خوش وخرم ہو۔میں بھی تو اس کی وجہ سنوں''۔

''سرتاج! مجھے ابھی ابھی فرشتہ کی طرف سے ایک خوشخبری ملی ہے''۔

''مجھے بھی سناؤ''۔

''کیوں نہیں۔آپ کے ساتھ تو اس کا گہرا تعلق ہے''۔

اور مریم نے من وعن بیٹے سے متعلق فرشتہ کی لائی ہوئی خوشخبری شوہر کو سنا دی۔غلام قوم سے تعلق رکھنے والے اس مرد کی خوشی کا تصور کیجئے جسے یہ پتہ چلے کہ اس کی صلب سے پیدا ہونے والا مولود مقدس ہوگا اور داؤد کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔

''اپنے خوش نصیب بیٹے کی شکل جتنی جلدی دیکھ لوں مجھے خوشی ہو گی''لیک

لیکن بیوی نے مادہ کے فطری حجاب سے کام لیا اور کہا:۔

''سرتاج ! لاریب میں تمہاری بیوی ہوں۔لیکن میں ابھی باقاعدہ رخصت ہو کر تمہارے ہاں نہیں آئی''۔

’’اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔قول وقرار ہو گئے۔ایجاب وقبول ہو گیا۔اب ہمارے بدخواہ بلاوجہ رخصتی میں روڑے اٹکائے بیٹھے ہیں‘‘۔

’’حد تو یہ ہے کہ اقارب بھی میرے بدخواہ بن گئے۔لیکن دی ہوئی زبان بدلی نہیں جاسکتی اس لئے والدین کی اجازت سے میں نے ان سب سے کنارہ کشی کرلی ہے‘‘۔

’’حکم ربی کے تحت میں تمہارے والد سے ملا اور انہیں بتایا کہ خواب میں مجھے کہا گیا ہے کہ اپنی بیوی سے ملاقات کرو۔انہوں نے کہا کہ حکم کی تعمیل میں ناصرہ جاکر اس سے ملواور وہاں سے اپنے گھر لے جاؤ۔چنانچہ انہی کے حکم سے میں یہاں آیا ہوں‘‘(اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ)۔

’’تمہاری خواہش بجا لیکن بن مانگے دینے والی ذات کا واسطہ دیتی ہوں کہ چندے انتظار کرلو۔جلدی میں شماتت اعدا کا خطرہ ہے۔کچھ ان سے ہی خوف کھاؤ‘‘۔

(انی اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقيا)

’’مجھے مطالبۂ نفس پورا کرنے کا ایسا تصور نہ تھا۔اللہ کا حکم ہوا سسرال سے تمہیں اپنے گھر لے جانے کی اجازت ملی۔ناممکن سی بات اچانک ممکن ہو گئی تو خوشی سے پھولے نہ سمایا اور کچے دھاگے سے بندھا سیدھا ادھر چلا آیا۔اب تم سے خوشخبری سن کر پتہ چلا کہ ہمارے عظیم بیٹے کی آمد کے سامان ہو رہے ہیں۔میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں(اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رِبِّكِ)

’’قدرت نے مجھے تمہاری امانت سونپنے کیلئے بھجوایا ہے ۔(لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا)سماج رسم ورواج کا پجاری ہے۔شرعاً اور قانوناً تم میری بیوی ہو۔بڑی بارات لانا فتنہ کو للکارنے کے مترادف ہے۔چند لوگوں کو لاؤں گا اور گلی محلہ والوں کے سامنے تمہیں لے جاؤں گا۔ہمارا سنگھم گناہ نہیں۔ہمارا بیٹا ہماری جائز اولاد ہوگا‘‘(غُلٰمًا زَكِيًّا)۔

لفظ اَهَـــبَ کا مادہ وھب ہے جس کے معنی عطا کرنے کے ہیں۔قرآن مجید میں دیگر مقامات کے علاوہ سورہ ص:43 میں یہ مادہ واپس دینے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔اس جہت سے دیکھا جائے تو آنے والے نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ جو امانت اللہ نے اسے سونپ

رکھی ہے وہ اسے حقدار کو دینے آیا ہے۔ غور کیجئے کیا مریم جیسی باکردار خاتون کو ایسی بات اس کے شوہر کے علاوہ کوئی اور کہہ سکتا ہے؟

سورۃ الانبیاء:90 میں وَهَبْنَا کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ خالق اولاد عطا فرمانے کیلئے پہلے جوڑے کا ملاپ کراتا ہے لیکن مس بشر حصول اولاد کی گارنٹی نہیں۔ نخل تمنا پر پھول خالق کی رضا سے ہی آتے ہیں اور پھر اسی کی قدرت سے پھل لگتے ہیں۔ ان مراحل کو موہبت کہتے ہیں۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو مکان شرقی میں جس نے مریم کو لِاَهَبَ لَكِ کہا تھا وہ اس کا شوہر یوسف نجار تھا کوئی غیر مرئی آسمانی مخلوق نہ تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اسے جبرائیلؑ سمجھا جاتا ہے اور کوئی غور نہیں کرتا کہ جبرائیلؑ کے انداز میں عفیفہ کو وہ کونسی بے باکانہ حرکت نظر آئی تھی کہ اس نے رحمٰن کا واسطہ دیتے ہوئے اس سے اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا کے الفاظ کہے تھے۔ اس اشکال سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ مریم سے ہمکلام وجود کو اس کا شوہر تسلیم کیا جائے۔ بیوی نے شوہر کو خدا کا خوف نہ دلایا تھا کیونکہ اس کا نظر آنے والا ارادہ گناہ نہ تھا۔ اس نے اپنی طرف بڑھتے ہوئے وجود کو رحمٰن کا واسطہ دیا تھا۔ آنے والا اگر شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو مریم اسے رحمٰن کی بجائے اللہ کا واسطہ دیتی۔ لوگ زیادتی کرنے والے کو کہتے ہیں اللہ سے ڈر۔ کوئی نہیں کہتا کہ رحمٰن سے ڈر۔ رحمٰن کا لفظ اس لئے استعمال ہوا کہ اسے بن مانگے عظیم بیٹے کی پیدائش کی نوید سنائی گئی تھی۔

مریم ایسی جگہ پناہ لئے ہوئے تھی کہ اس کی پرورش کرنے والے نہ بتاتے تو یوسف کو وہاں اس کی موجودگی کی ہوا نہ لگتی۔ مجامعت کو شوہر کا شرعی حق تسلیم کرنے کے باوجود نو بیاہتا دلہن فطری حجاب کی وجہ سے لیت و لعل سے کام لیتی ہے۔ یوسف کو اس صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا ثبوت لفظ اِنَّمَا سے ملتا ہے جو یہ اشارہ دے رہا ہے کہ یوسف نے خواب میں ملنے والے حکم الٰہی اور سسر سے ملنے والی اجازت کا ذکر کیا۔ اس نے غلٰم کی بجائے غلٰمًا کہا یعنی عظیم بیٹا۔ عظیم بیٹا۔ (نکرہ کی تنوین پر غور کیجئے) مقصد یہ تھا کہ بیوی کے دل میں اسے جلد دیکھنے کی خواہش تمنا بن جائے۔ پہلوان نے دلائل کا ہر داؤ آزما لیا لیکن مطلب برآری نہ ہوتی تھی۔ پھر مشیت نے سحر کیا

اعجاز کیا اور بالآخر اس کو رام کیا۔

حجاب دور ہوا تو بیوی نے بے تکلف ہو کر شوہر سے اپنی سوچ اور اپنے کردار سے متعلق دو باتیں کہیں:۔

''تمہارے ورود سے پہلے یہ سوچ مسلّط رہی کہ مجھے عظیم بیٹے کی پیدائش کی نوید تو سنائی گئی ہے لیکن شوہر سے ابھی تک ملاپ نہیں ہوا جس کی اندریں حالات کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی پھر یہ بیٹا مجھے کیسے عطا ہوگا'' (قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ)۔

یہاں قالت کے بعد رب کا لفظ نہیں ہے۔(جبکہ سورہ آل عمران:48) میں ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں مریم کا مخاطب نہ تو خدا ہے نہ فرشتہ اور نہ ہی کوئی ایسی ہستی جس نے اس کی پرورش کی ہو اور اس کا رب کہلا سکے۔ظاہر ہے اس کا مخاطب کوئی اور ہے۔مریم جیسی پاکباز لڑکی جنسی موضوع پر ایسی بات کرے تو اس کا مخاطب اس کے شوہر کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟

جوڑے کو بہت دن پریشان رہنے کے بعد ذہنی و جسمانی سکون ملا تھا۔شوہر سن رہا تھا اور بیوی کہہ رہی تھی:۔

''پھر میرے ذہن میں آیا کہ ایک بدکردار عورت تو کسی غیر مرد سے ملاپ کر کے اپنے مقصد کے حصول کا سامان کر سکتی ہے لیکن میرے ہاں ایسی برائی کا تصور نہیں۔میں اپنے پروردگار کے کرم سے کبھی بدکاری میں مبتلا نہ ہوئی اور آج کے دن تک کنواری رہی'' (وَلَمْ اَکُ بَغِیًّا)

''مریم تو نے درست کہا۔مس بشر کے بغیر عورت کے ہاں اولاد کیسے ہو۔اور تیرا یہ کہنا کہ تو کبھی بدکاری کی مرتکب نہ ہوئی اور مجھے کنواری ہونے کی حالت میں ملی تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں'' (قَالَ کَذٰلِكِ)

قرآن کریم کا اعجاز دیکھئے کہ بیوی کی پاکیزگی سے متعلق شوہر کی تصدیق محض ایک لفظ (کَذٰلِكِ) میں رقم فرما کر کیا کیا حقائق بیان فرمادئے۔مریم نے اپنی جنسی پاکیزگی کا دعویٰ کیا تھا۔اس

پاکیزہ خاتون کو یہ شرف حاصل ہے کہ شوہر سے ملاپ تک اس کے کنوار پن کی گواہی اس کے شوہر نے دی اور اس گواہی کو قرآن کریم نے ریکارڈ فرمایا۔ شوہر کی تصدیق کو ریکارڈ کرنے کا انداز جہاں کلام کی پاکیزگی پتہ دے رہا ہے وہاں داستان کے مرکزی کردار یسوع مسیحؑ کے نسب کا بھی غماز ہے۔ غور کیجئے کہ ولم اك بغيا کے الفاظ آل عمران:47 میں کیوں نہیں ہیں۔

"رب نے ہمارا میل کرادیا۔ اقارب کو خبر ہوگئی تو کاٹ کھانے کو دوڑیں گے"۔

"مریم! ایسا خیال میرے ذہن میں بھی آیا تھا۔ لیکن تم فکر مت کرو۔ تمہارے والد نے مجھے تسلی دی تھی کہ صورت حال کو وہ آسانی سے نبٹ لیں گے" (قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ)۔

داستان کے تسلسل کی رو سے ملاقات کے ان اختتامی الفاظ سے ایسے معنی اخذ کرنے میں کوئی روک نظر نہیں آتی۔ اس جہت سے دیکھیں تو جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مکالمہ زن و شوہر میں ہوا تھا وہاں اس حقیقت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ دلہن کے والدین گھر سے بیٹی کو رخصت نہ کر سکتے تھے ہاں اگر میاں بیوی خود آپس میں مل لیں تو بدخواہ دانت کچکچانے کے سوا کچھ نہ کر سکتے تھے اور ایسوں کو قابو میں رکھنا مشکل نہ تھا۔ یہی الفاظ (قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ) بارہ آیات پہلے زکریاؑ کے سلسلے میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ وہاں یہ الفاظ خالق کائنات کے بارہ میں بتاتے ہیں کہ اس کیلئے یہ مشکل نہیں کہ وہ ایسے انتہائی بوڑھے مرد کو بھی اولاد عطا کردے جس کی بیوی بانجھ ہو۔ داستان مریم صدیقہ کو سطحی لحاظ سے پڑھنے والوں نے ان الفاظ سے یہاں محض خدا کی قدرت کو ہی مراد لیا اور یوں قرآنی الفاظ کے معنوں کو محدود کر دیا۔

زن و شوہر کی نتیجہ خیز ملاقات اور گفتگو کا ذکر یہاں ختم ہوا۔ عالم الغیب جانتا تھا کہ آباء سے سن سن کر ان آیات کے قارئین کے قلوب و اذہان میں یہ بات نقش ہو جائے گی کہ مریم کے پاس آنے والا جبرائیل تھا اور وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ہچکچائیں گے کہ وہ اس کا شوہر تھا۔ اس حقیقت کی طرف توجہ دلانے کیلئے پڑھنے والے سے کہا گیا کہ ہم نے اس منظر کو ایک خوبصورت معمہ کے رنگ میں لوگوں کے لیے بیان کیا ہے (وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ) تاکہ وہ اسے سمجھ کر جہاں کلام

کی عظمت سے اپنی روح کو معطر کریں وہاں شرک سے بچیں۔ (وَرَحۡمَةً مِّنَّا) آدم کے بعد کرہ ارض پر ماں کے بطن اور والد کے نطفہ سے پیدا ہونے والے ایک بشر کی پیدائش کے ذکر کیلئے ہم نے اس انداز بیان کا پہلے سے طے کر رکھا تھا (وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًا)

فرستادۂ رب مریم نے بیوی کو اس کی امانت سونپ دی تھی نتیجۃً قدرت خداوندی نے اپنا رنگ دکھایا اور بیوی کو حمل ٹھہر گیا (فَحَمَلَتۡهُ) مریم صدیقہ اپنے نام کی طرح سانچ کی سچی نکلی یعنی ایسی کنواری خاتون جسے شوہر سے پہلے ہی ملاپ سے حمل ٹھہر جائے۔ اس حقیقت کے عدم ادراک کا نتیجہ یہ نکلا کہ ارسطو اور رازی سے متاثر ہو کر نام نہاد علماء نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مرد سے ملاپ کے بغیر بھی عورت کو حمل ہو سکتا ہے یہ نہ سوچا گیا کہ اس خطرناک نظریہ کی اشاعت سے ہوس کار کنواریوں کو کھل کھیلنے کی کھلی چھٹی مل جائے گی۔

ظاہر ہوا کہ قرآن حکیم نے غلاماً ذکیاً کے الفاظ کو صلبی اولاد کے لئے مخصوص فرما رکھا ہے۔ اس تناظر میں دیکھیں تو مصلح موعود سے متعلق مسیح موعودؑ کے الہامات میں غلاماً ذکیاً کا تکرار سے ذکر اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ آنے والا مسیحی نفس وجود آپ کی ذریت۔ آپ کی نسل اور آپ کی صلب سے ہوگا۔ خدائی وعدہ کے مطابق یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی غیر از صلب احمدی مصلح موعود کہلا سکے۔ ہر وہ احمدی جو بانئ سلسلہ کو سچا نبی مان کر ان کی جماعت میں شامل ہوا ہے وہ ان کا روحانی بیٹا ہے۔ اس تعلق سے وہ خود کو غلام مسیح الزماں تو کہہ سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اس پیشگوئی کا تمام تر مصداق ہوں تو اسے اپنی حلیمی۔ مسیح نفسی۔ اسیروں کی رستگاری اور زمین کے کناروں تک اپنی شہرت کا ایسا ثبوت دینا ہوگا جس کو دنیا مانے۔ اسے یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ اس نے کب اور کہاں تین کو چار کیا وغیرہ۔

الفاظ آسمانی کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے اندر معانی کا بحر بیکراں لئے ہوتے ہیں۔ کسی بھی انسان کی مقدرت نہیں کہ وہ ان کا مکمل ادراک کر سکے۔ اس لئے کلام نازل فرمانے والا عقدہ کشائی کے لئے مختلف اوقات میں نئے نئے اشارے دیتا رہتا ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا

ہے کہ لوگ ان پر تدبر کرتے رہیں ۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص پہیلی ڈالتا ہے اور جب لوگ اسے حل نہیں کر پاتے تو وہ ایک ایک کر کے کچھ اشارے دیتا ہے۔ سامعین کو بھی چند ایسے سوالات کرنے کی اجازت ہوتی ہے جن سے وہ حقیقت کو پا سکیں۔ انسانی فطرت سے آگاہ خالق نے عقدہ کشائی کے لئے مختلف اوقات میں اشارے دئے ۔ کبھی ملتے جلتے الفاظ میں تو کبھی نئے الفاظ میں اور کبھی یوں بھی ہوا کہ نئے نام لے کر انتہائی سادگی سے آنے والے کی مزید نشان دہی کر دی گئی۔ یہ اشارے 1907ء تک دئے گئے ۔ اب اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ 1907ء سے پہلے پیدا ہونے والا مصلح موعود نہیں ہو سکتا بالکل غلط ہے۔

پیشگوئی میں موعود بیٹے کی شناخت کے ضمن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ کلام آسمانی پر تدبر کے نتیجہ میں ہماری تفہیم کچھ یوں ہے کہ اس میں نہ تین کی اہمیت ہے نہ چار کی بلکہ وہ ایک اہم ہے جو تین کو چار کرے گا۔ ظاہر ہے کہ مادی وجود کی بجائے وہ ایسا کلام یعنی نظریہ ہو سکتا ہے جو تین کا وجود ختم کر دے گا۔ اس ایک کو ڈھونڈنے سے پہلے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ وہ تین کون ہیں جن کے مٹنے سے دنیا خوش ہو جائے گی اور مربع کی طرح اس کے چاروں خط برابر ہو جائیں گے یعنی شرق وغرب اور شمال وجنوب سب برابر ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے وہ ایک بہت بڑا بت ہے۔ تثلیث کا بت۔ جو کرہ ارض کے دین و مذہب سے دلچسپی رکھنے والے ہر فرد پر اس لئے حکمرانی کر رہا ہے کہ یسوع مسیح کی بن باپ پیدائش کو اس نے مان رکھا ہے۔ مصلح موعود اس باطل نظریہ کا ایسا بطلان کرے گا کہ ہر کوئی اسے ماننے پر مجبور ہوگا۔ بظاہر یہ بات عجیب اور ناممکن نظر آتی ہے لیکن مذہب اور سائنس کی تاریخ گواہ ہے کہ جن رومیوں نے شدید اذیتیں دے کر مسیحؑ کو صلیب پر مارنا چاہا تھا۔ آج روم اور اکناف عالم میں انکی نسلیں مسیحؑ کے بت کے سامنے انتہائی عقیدت سے سرنگوں ہوتی ہیں۔ جنہوں نے گلیلو اور کوپرنیکس کا مذاق اڑایا اور انہیں اذیت سے دوچار کیا نہ صرف ان کی اولادیں بلکہ کرہ ارض کے تمام لوگ ان دونوں کے نظریات کو دل وجان سے تسلیم کر کے ان گنت فائدے حاصل کر رہے ہیں۔

خدا نے اپنے الہام میں مصلح موعود کو کامیاب یعنی مظفر کہتے ہوئے اس پر سلام بھیجا ہے۔ اور بتایا ہے کہ عقل سے بہرہ ور کئے جانے کے باوجود لوگ دماغ سے کام نہیں لیتے اور حقیقت سے اس طرح آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں گویا مردے ہوں۔ مظفر کی برکت سے وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں گے اور یوں اپنی قبروں سے باہر آجائیں گے۔ یہ سب کچھ کلام الٰہی کی برکت سے ہوگا اور دین فطرت (اسلام) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ اس وقت حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ لوٹ آئے گا۔ اور دنیا جواب تک غلط نظریہ پر قائم ہے حق بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی اور یوں باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے گا۔

کلام آسمانی میں دعوت تدبر سے حوصلہ پا کر ہم اور آگے بڑھتے ہیں۔ ہم نے مصلح موعود کا پتہ ڈھونڈنا ہے۔ منزل اس لئے آسان ہے کہ ہم نے اسے صرف ایک ہی شخص کی نسل میں تلاش کرنا ہے۔ اللہ جانے دنیا میں کتنے مصلح موعود پیدا ہوں۔ پھر ہم ایک ہی پر کیوں اکتفا کریں۔ کیا اولوالعزم بشیر الدین محمود احمد کے بعد ساری دنیا یا جماعت ایسی نیک ہو چکی ہے کہ اب اصلاح کی گنجائش نہیں رہی اگر ایسا ہے تو کسی مصلح کا انتظار کیوں؟ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ آیئے مسیح موعودؑ کی ذریت (نسل) کو دیکھیں۔ دوسری بیوی کے بطن سے پہلا بیٹا 1887ء میں پیدا ہوا پیشگوئی میں اسے مہمان کہا گیا تھا۔ چنانچہ وہ ایک سال بعد ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ دوسرے بیٹے بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش 12 جنوری 1889ء میں ہوئی۔ انہیں جماعت مصلح موعود گردانتی ہے۔ وہ خود داور ان کے دو بیٹے جماعت کے امام رہ کر وفات پا چکے ہیں۔ مصلح موعود کی مزید نشان دہی کے لئے 1894ء میں الہام ہوا انا نبشرک بغلام حلیم۔ قرآن کریم میں غلام حلیم کے الفاظ ابراہیمؑ کو اسمٰعیلؑ کی پیدائش کی بشارت دینے کے سلسلہ میں استعمال فرمائے گئے۔ (الصفت:101) مسیح موعودؑ کے موعود بیٹے کو غلام حلیم کہنا بالواسطہ انداز میں ظاہر کرتا ہے کہ موعود بیٹا ان کے بیٹے اسمٰعیل کی نسل سے ہوگا۔ یعنی جس طرح خدا نے اسمٰعیلؑ کی نسل میں رسول عربی ﷺ کو پیدا کیا۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کے اسمٰعیل کی نسل سے موعود مصلح کو پیدا فرمائے گا۔ ابراہیم

ؑ کے سب سے بڑے بیٹے اسمٰعیلؑ کو والد سے جدا کر دیا گیا تھا۔ دورِ حاضر کے ابراہیم کے سب سے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوا۔ اسے بھی والد سے دور رکھا گیا۔ چونکہ مسیح موعودؑ یعقوب بھی تھے اس لئے ان کے ساتھ یوسف کا سا معاملہ بھی ہوا۔ ان کا یوسف (مرزا سلطان احمد) ان سے جدا کر دیا گیا۔ یوسفؑ کی طرح وہ بھی مدتوں غیروں میں رہا۔ یوسفؑ کو اپنوں نے والد سے جدا کیا تھا سلطان احمد کو بھی اپنوں نے ہی والد سے دور رکھا۔ اس کے بارہ میں انی لاجد ریح یوسف کےعلاوہ ان تولی تولی کےالفاظ نازل فرمائے گئے۔ کہ اگر اس نے دوستی رکھی تو دوستی رکھی جائے گی۔ مرزا سلطان احمد نے اپنے عمل سے دوستی رکھنا ثابت کر دیا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ صادق الوعدان سے دوستی نہ کرے اور اجر نہ دے۔

مسیح موعودؑ کی زندگی میں ان کی دوسری اہلیہ سے تین لڑکے زندہ تھے۔ اور ایک چوتھا ان تینوں سے بڑا اور الگ تھا۔ مسیح موعودؑ لکھتے ہیں "ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دئے گئے تین ان میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ یہ ابھی الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک پارساطبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دئے گئے جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

غور کیجئے کہ الگ وضع کا یہ پھل (بیٹا) اگر مرزا سلطان احمد نہیں تو اور کون ہو سکتا ہے۔ یوسفؑ کی طرح فضل احمد بھی مدتوں گوشہ گمنامی میں رہا۔ لیکن والد اور بیٹے دونوں کو خوشخبری دی گئی کہ اقبال کے دن آئیں گے۔ 20 اکتوبر 1899ء میں خواب میں مسیح موعودؑ کو دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے سر پر سلطان کا لفظ ہے چونکہ کلام آسمانی ہے اسلئے گہرائی میں جا کر اس لفظ سے روشن دلیل کے معنے لئے گئے جو بلاشبہ درست ہیں لیکن اوپر والے کا کلام اپنی سطح پر بھی موتیوں کی دولت سے نوازتا ہے۔ کیوں نہ ہم سلطان سے

اس کے سطحی معنی لے کر اس سے مرزا سلطان احمد کو مراد لیں اور یہ اخذ کریں کہ غلام مسیح الزمان کی نشان دہی کے لئے اس کا سلسلہ نسب بیان فرمانا شروع کر دیا گیا ہے پھر 1906 میں موعود بیٹے کی مزید نشان دہی کے سلسلہ میں الہام ہوا ینصرکم اللہ فی وقت عزیز۔ حکم اللہ الرحمن لخلیفۃ اللہ السلطان۔ یہاں رحمٰن کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ دوستی کا وعدہ نبانے والی ذات بدلہ میں اپنے دوست بندہ کو اتنا کچھ دے دیتی ہے کہ اسے اس کا تصور بھی نہیں ہوتا اور سلطان کا لفظ جو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا ذکر ہم کر چکے۔

مرزا سلطان احمد اپنے سسرالی رشتہ داروں کے زیر اثر کچھ عرصہ مخالف دھڑے میں رہے۔ رحیم و کریم مخالفت کو نہیں دیکھتا۔ بندہ توبہ کر کے اصلاح کے راستہ پر گامزن ہو جائے تو وہ غزوہ احد میں مسلمانوں کو دکھ پہنچانے والے خالد بن ولید کو سیف اللہ بنا دیتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے پرخچے اڑا کر مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کو عین حرم میں تہ تیغ کرنے والا عکرمہ جام شہادت نوش کر کے مسلمانوں کو فتح یرموک سے دوچار کرتا ہے۔ دربار نجاشی میں کفار کا وکیل عمرو بن العاص اسلام قبول کرنے کے بعد فاتح مصر بن جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے بدترین دشمن بنوامیہ کا ایک خوش قسمت جوان عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد کا اعزاز حاصل کرتا ہے۔ وفات سے چند ماہ پہلے (ستمبر اور اکتوبر) میں یکے بعد دیگرے انا نبشرک بغلام حلیم کے الہامات جہاں مصلح موعود کی آمد کا مکرر پتہ دیتے ہیں وہاں اس کا صلب بھی ظاہر کرتے ہیں۔

مصلح موعود غلطیوں اور گناہوں کو دور کرنے کے لئے آئے گا۔ اس کی عظمت شان سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ مادہ پرستی اور پیر پرستی کی لعنتوں میں ایسے جکڑے گئے ہونگے کہ ان کی حالت اسیروں جیسی ہوگی۔ پھر رحمت خداوندی جوش میں آئے گی اور مسیح الزماں کا زکی بیٹا آ کر ان اسیروں کو غیر مرئی زنجیروں سے نجات دلا کر ان کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ ایسے اسیر جماعت میں بھی ہو سکتے ہیں اور کل عالم میں بھی۔

نیند میں خواب دیکھنا برا نہیں۔ ہر فرد جانتا ہے کہ وہ ہماری مرضی سے نہیں آتے۔ کچھ

خواب اضغاث الاحلام کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ بعض اوقات من پسند تعبیر درست نہیں ہوتی۔ پیشگوئی یا خواب کو ہمیشہ حقیقت پر محمول نہ کرنا چاہئے۔۔ آپ کو اپنے خوابوں کی بدولت گہری نظر سے فلسفہ اور دینی کتب پڑھنے کی توفیق ملی۔ آپ نے سربراہ کے علاوہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے ہر فرد سے دردمندانہ درخواست کی کہ وہ آپ کی راہنمائی کریں۔ یہاں تک لکھا کہ آپ گمراہی کی موت نہیں مرنا چاہتے۔ تلاش حق کے لئے آپ کی زاری کو مجیب نے دیکھا اور سنا پھر اس احقر کے دل میں ڈالا کہ کلمہ حق آپ کو پہنچاؤں۔ آپ اسے عطیہ المجیب سمجھ لیجئے۔

11 جولائی 2006

محمد ہارون خان
21/7 دارالنصر غربی اقبال
چناب نگر (ربوہ)
فون نمبر: 6214969
E mail: mhari_khan@hotmail.com